بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا

مدیر: سید محمد سبطین شاہ نقوی

شمارہ نمبر 30

ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ اکتوبر ۲۰۱۲ء

- ظہور احمد دیوبندی اور روایات صحیحہ کی تکذیب
- آلِ دیوبند اور انگریز
- ابوعمیر الحارث بن عمیر البصری المکی رحمہ اللہ
- آلِ دیوبند اور صحیح بخاری
- مولانا سید عبدالشکور اثری رحمہ اللہ

جامعہ امام بخاری اہل حدیث مقام حیات سرگودھا

محمد زبیر صادق آبادی

آلِ دیو بند اور ننگے سر نماز

۱) آلِ دیو بند کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے:

''مسئلہ۲: برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔'' (بہشتی زیور گیارہواں حصہ ۱۷۶ کتب خانہ عزیز)

۲) آلِ دیو بند کے ''امام'' عبد الشکور فاروقی لکھنوی نے لکھا ہے: ''نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے...۶۔ برہنہ سر نماز پڑھنا ہاں اگر اپنا تذلل اور خشوع ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔'' (علم الفقہ ص ۲۵۴، دوسرا نسخہ ص ۲۶۷)

۳) آلِ دیو بند کے ''مفسر قرآن'' صوفی عبد الحمید سواتی نے لکھا ہے:

''ننگے سر نماز پڑھنا:

برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (شرح نقایہ ج۱ ص ۹۵، کبیری ۳۴۸)

اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ہو تو پھر مکروہ نہیں۔'' (نماز مسنون ص ۵۰۴)

احمد رضا خان بریلوی سے بھی جب سوال کیا گیا کہ ''کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ، کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔''

تو احمد رضا خان نے جواب دیا:

''**الجواب**:۔ اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم''

(احکام شریعت ص ۱۵۱، دوسرا نسخہ حصہ اول ص ۴۳، تیسرا نسخہ ص ۱۳۰)

آلِ دیو بند کے ''مولانا'' عبید اللہ سندھی ''ہمیشہ ننگے سر رہتے تھے'' (بیس بڑے مسلمان ص ۴۱۱)

نیز دیکھئے درمختار (۴۷۴/۱) فتاویٰ دار العلوم دیو بند (۹۴/۴) اور ہدیۃ المسلمین (ح ۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا

سید محمد سبطین شاہ نقوی
حفظہ اللہ
0300-9600128

جلد: 3 | ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ اکتوبر ۲۰۱۲ء | شمارہ: 10

فی شمارہ	سالانہ	پاکستان
25 روپے	300 روپے علاوہ محصول ڈاک	400 روپے مع محصول ڈاک

اس شمارے میں

ماہنامہ ضربِ حق
جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث
مقام حیات سرگودھا

حافظ
عمر فاروق شاکر
0300-4608164
048-3715130

جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث مقام حیات سرگودھا

خطبات سید محمد سبطین شاہ نقوی

اسلام اور ماتم

(اہل حدیث کے علاوہ سب ماتم میں مددگار ہوتے ہیں)

(قسط:۲، آخری)

بین کرنا ادھار ختم کرنے کے لئے

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ، اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں بھیجے۔ وہ فرماتے تھے: بین کرنے والی غم کی وجہ سے بین نہیں کرتی بلکہ ادھار ختم کرنے کے لئے بین کرتی ہے۔ وہ فرماتے: یہ مُکان جاتیں ہیں (یعنی ادھار ختم کرنے جاتی ہیں) رستے میں چغلیاں کرتی جاتی ہیں، غیبتیں کرتی جاتی ہیں، شور مچاتی جاتی ہیں۔ جب وہ گاؤں آجاتا ہے جہاں انھوں نے بین کرنا ہوتا ہے تو اسی وقت رونے لگ جاتی ہیں اور کہتی ہیں: تو نہ مرتا میں مرجاتی۔ !!

ماتم کی دلیل

میں نے ایک ''سید'' سے کہا: ماتم کی دلیل آپ کے پاس کیا ہے؟

وہ کہنے لگا: اویس قرنی نے نبی ﷺ کی محبت میں اپنے سارے دانت گرادیے تھے، انھیں پتا چلا کہ نبی ﷺ کے احد کے میدان میں دندان مبارک شہید ہوئے ہیں تو انھوں نے اس غم میں اپنے سارے دندان گرادیے تھے۔

میں نے اسے کہا: یہ دلیل نہیں بنتی۔ کیونکہ یہ تو گپ ہے، صحیح بات نہیں، بنائی ہوئی، وضع کی ہوئی روایت ہے، خودساختہ روایت ہے۔

جھوٹے مولویوں نے اپنے حلوے کو سیدھا کرنے کے لئے یہ بات بنائی ہے، کہتے

ہیں: جب اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے دانت توڑ دیئے تھے تو پھر وہ اور کوئی چیز نہیں کھاتے تھے۔ صرف حلوا کھاتے تھے، لہٰذا حلوا کھانا سنت ہے۔ جھوٹے مولویوں نے حلوا کھانے کا بہانہ بنایا ہے اور اس کی حقیقت کوئی نہیں، اویس قرنی نے دانت نہیں توڑے۔

اگر دانت توڑنا محبت کا معیار ہوتا تو سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ دانت توڑتے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ توڑتے، عثمان رضی اللہ عنہ توڑتے، علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ توڑتے۔

محبت کا معیار ہوتا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ توڑتے۔

محبت کا معیار ہوتا تو مقداد رضی اللہ عنہ توڑتے۔

محبت کا معیار ہوتا تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما دانت توڑتے۔

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دانت توڑتیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن دانت توڑتیں۔

میں نے کہا: اویس قرنی یمن میں تھے، انھیں کیسے پتہ چل گیا کہ آپ کے دانت شہید ہوئے ہیں؟

وہ کہنے لگا: اللہ کے ولی تھے انھیں پتہ چل گیا تھا۔

میں نے کہا: انھیں پھر یہ کیوں پتا نہ چلا کہ کون سے دانت شہید ہوئے ہیں؟ انھوں نے پورے بتیس دانت کیوں توڑ دیئے؟

اگر اس روایت کو چند منٹوں کے لئے صحیح مان بھی لیں تو پھر بھی تمھیں ماتم نہیں کرنا چاہئے۔ جیسے اویس قرنی نے دانت توڑ دیئے اسی طرح تم بھی اپنے دانت توڑ دو، تم بھی اپنے گلے کٹوا لو کیونکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا گلا کٹا ہے، چھریاں ایک دفعہ ہی مار دو تاکہ جان چھوٹ جائے۔ سن لو! یہ کوئی امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار نہیں، بلکہ پیار تو یہ ہے کہ ماتم نہ کیا جائے اور اُس راستے پر چلا جائے جس راستے پر سیدنا حسن وحسین، اُن کے والد سیدنا علی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلتے تھے یعنی اتباع کتاب وسنت والا راستہ اور یہی سبیل المومنین ہے اور اسی راستے پر چلنے میں نجات ہے۔

ہر رونے والا سچا نہیں

ایک آدمی مجھے کہنے لگا: وہ سچے ہیں تب ہی تو روتے ہیں، انہیں ہوش وحواس نہیں رہتے بڑا روتے ہیں، اگر جھوٹے ہوتے تو نہ روتے۔ میں نے کہا: یہ تو قرآن سے ثابت ہے کہ جھوٹے روتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا اور قمیص اتار کر جھوٹا خون لگا دیا۔ پھر عشاء کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے۔

﴿وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝﴾

اور وہ اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے روتے ہوئے آئے۔ کہنے لگے اے ہمارے باپ! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے کوئی بھیڑیا کھا گیا اور تو ہرگز ہمارا اعتبار کرنے والا نہیں، خواہ ہم سچے ہوں۔ (سورہ یوسف:۱۶۔۱۷)

عشاء کے وقت آئے، جھوٹوں کا جلوس عشاء کے وقت ہی ہوتا ہے۔

بیٹے یعقوب علیہ السلام کو کہتے ہیں: ابا جان ہم سچے ہیں لیکن آپ نے ماننا نہیں۔ آج بھی جھوٹے اسی طرح کہتے ہیں۔

﴿وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝﴾

اور وہ اس کی قمیص پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ اس نے کہا: بلکہ تمھارے لئے تمھارے دلوں نے ایک کام مزین بنا دیا ہے، سو اچھا صبر کروں گا اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ (یوسف:۱۸)

پتا چلا کہ جھوٹے بھی روتے ہیں۔ ہر رونے والا سچا نہیں ہوتا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت

جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ ہمارے بھی بعض مقررین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تقابل شروع کر دیتے ہیں۔ تقابل کرنا صحیح نہیں، ہر ایک کا اپنا ایک انفرادی مقام ہے اسے بیان کرو۔

انھوں نے بیان کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب لگایا تو آنکھیں صحیح ہو گئیں۔ ہمارے لوگوں نے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا تو کیا ہوا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر نہیں لگایا تھا۔

ہمیں تقابل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تقابل بیان نہیں کرنا۔

بلکہ جو شان ہے اسے بیان کرو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ستاروں سے تشبیہ دی۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۵۳۱، دارالسلام: ۶۴۶۶)

اتنے الفاظ صحیح ہیں اور بس۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس طرح ستارے چمکتے ہیں اسی طرح میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) بھی چمکتے ہیں کسی ستارے کی چمک زیادہ کسی کی کم اسی طرح کسی صحابی (رضی اللہ عنہ) کا مقام زیادہ کسی کا کم لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے چمکنے میں کوئی شک نہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔ انفرادیت ہر ایک کی اپنی ہوتی ہے۔

انفرادیت رسولوں میں بھی ہے جس کا جو مقام ہے، اسے وہ مقام دو۔ وہ مقام بیان کرو لیکن تقابل کر کے کسی کو کم رکھنا یہ صحیح نہیں۔

اسی طرح صحابہ کا آپس میں تقابل کر کے کسی کو کم کرنا یہ جائز نہیں۔ ہم صحابہ کے مقام کو

نہیں پہنچ سکتے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم مٹھی بھر جَو اللہ کے رستے میں خرچ کریں اور بعد میں آنے والے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریں پھر بھی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔

"عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ.)) "

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مُد غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مُد کے برابر۔ (صحیح بخاری:۳۶۷۳)

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾

(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال باہر کئے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ (الحشر:۸)

کربلا کا پہلا شہید

کربلا کی شہادتیں صحیح بیان نہیں ہوتیں، کربلا میں سب سے پہلے شہید کون تھا؟ کوئی نہیں بتاتا، کوئی نہیں بیان کرتا۔ آؤ میں بتاؤں سب سے پہلا شہید امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھائی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوا، سیدنا علی نے اپنے بیٹوں کے نام خلفائے رسول کے نام پر یعنی ابو بکر، عمر اور عثمان رکھے تھے۔

فتنوں کی زمین

کربلا کا میدان عراق میں ہے۔

عراق کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث سماعت فرمائیے:

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ (رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ): ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا.)) قَالَ قَالُوْا: وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ: ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا.)) قَالَ قَالُوْا: وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ: ((هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.))"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔ اس پر لوگوں نے کہا: اور ہمارے نجد کے لئے بھی برکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے پھر وہی فرمایا: "ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما" پھر لوگوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں؟ تو آپ نے فرمایا: وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے طلوع ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۷۰۹۴)

آپ نے عراق کیلئے دعا نہیں کی کیونکہ عراق سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

لہٰذا اسلام کے خلاف ہر فتنہ عراق سے پھوٹا ہے، صحابہ کرام کے خلاف آوازیں عراق کوفہ سے اٹھیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف آواز کوفہ سے آئی۔

صحابی رسول کے خلاف آواز کوفہ سے اٹھی۔

اہل بیت کے خلاف فتنہ کوفہ سے اٹھا۔

خارجیت کا فتنہ عراق سے نکلا۔

ناصبیت کا فتنہ عراق سے نکلا۔

قیاس اہل الرائے کا فتنہ عراق سے نکلا۔

اہل تقلید کا فتنہ عراق سے نکلا۔

حدیث کی مخالفت کا فتنہ عراق سے نکلا۔ جہمیہ، شیعہ اور ارجاء کے فتنے عراق سے نکلے۔

حسین کی شہادت میں شریک لوگوں کا تعلق عراق سے ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کوفہ اور عراق سے آئے۔

کوفہ والوں نے نہ صحابہ کو معاف کیا ہے اور نہ اہل بیت کو معاف کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا تھا: اگر کوئی شخص (احرام کی حالت میں) مکھی مار دے تو اسے کیا کفارہ دینا پڑے گا؟ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عراق کے لوگ مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں جب کہ یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں، جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں (نواسے حسن و حسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۷۵۳)

کوفہ والوں کا صحابی پر اعتراض

ایک آدمی نے کوفہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ سعد بن ابی وقاص نماز درست نہیں پڑھاتے۔ اس آدمی نے صحابی کی نماز پہ اعتراض کیا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اس لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو علیحدہ کر کے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا تو کوفہ والوں نے سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق یہاں تک کہہ دیا: وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان سے پوچھا: اے ابو اسحاق! ان کوفہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے ہو؟ اس پر آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں تو انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح نماز پڑھاتا تھا، اس میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی دو پہلی رکعات میں (قراءت) لمبی کرتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو اسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر آپ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا۔ اس نے

کہا: جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنئے کہ) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے، نہ مالِ غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل و انصاف کرتے تھے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا: اللہ کی قسم! میں (تمھاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا و نمود کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور خوب محتاج بنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔ اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ) جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا: ایک بوڑھا پریشان حال ہوں، مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی۔ عبدالملک (راوی) نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا، اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھی، لیکن اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۵۵)

کوفہ والوں نے سعد بن ابی وقاص کی نماز پر اعتراض کیا، آج بھی اہل حدیث کی نماز پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پمفلٹ چھپتے ہیں کہ ان کی نماز ٹھیک نہیں۔ جب کوفہ والوں نے صحابی کی نماز پر اعتراض کیا ہے پھر میری اور تیری کیا حیثیت ہے؟ امام بخاری نے اس روایت کو باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر وما يجهر فيها وما يخافت کے تحت درج کیا ہے اور آج سب سے بڑا اعتراض بھی فاتحہ خلف الامام پر کیا جاتا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا اس آدمی کو لگی۔ وہ بڑھاپے میں بھی لڑکیوں کو چھیڑنے سے باز نہ آتا اور اس جرم کے بدلے لوگوں سے جوتے کھاتا۔

عراق کی سرزمین پر بہت سارے پیغمبر آئے ہیں، لیکن اس علاقے سے فتنے بھی بہت پیدا ہوئے۔ زلزلے اور عذاب بھی بہت آئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق کے لئے دعا نہیں فرمائی اس لئے آج تک جتنے فتنے بھی پیدا ہوئے ہیں سب عراق میں پیدا ہوئے ہیں۔ تقلید کا فتنہ، ملحدین کا فتنہ، حدیث کے مقابلے میں قیاس کا فتنہ، رائے کا فتنہ، اہل رائے کا فتنہ، اصحاب رسول کے خلاف فتنہ، آل رسول کے خلاف فتنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے، سیدنا

حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے، تقلید کا پٹہ گلے میں ڈالنے کا فتنہ، یہ سب فتنے عراق کی سرزمین سے پھوٹے ہیں۔

اور اب بھی سعودی عرب میں کویت میں، افغانستان میں جو تباہی و بربادی برپا ہے اس کا اصل ماخذ اور نچوڑ عراق کی سرزمین ہے۔

حالانکہ عراق انبیاء کی سرزمین رہی ہے۔ اس زمین پر بہت سے انبیاء آئے ہیں، لیکن اس زمین کے لوگ ہمیشہ اللہ اور رسول کے باغی رہے ہیں۔ ٹھیک ہے اس سرزمین میں امام ابوحنیفہ آئے ہیں، لیکن اس زمین کے لوگوں نے وفا نہیں کی۔

کائنات میں صرف دو جگہیں حرمت والی ہیں: ایک مکہ اور ایک مدینہ۔

بدکاری کے اڈوں کے مالک

آج بھی بے حیائی کے اڈوں کے مالک بڑے سنٹرز کے مالک، ہوٹلوں کے مالک جہاں بدکاری عام ہوتی ہے، وہ لوگ ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے گستاخ ہوتے ہیں۔

ان کے دلوں سے اللہ نے ایمان چھین لیا ہے۔

ان کے سینوں میں قرآن محفوظ نہیں۔ مساجد کے بدلے امام بارگاہ بنائی، مساجد میں رونق کی بجائے بازاروں میں رونق لگائی۔

سب سے پہلے مسجد میں حملہ کرنے والا ایرانی تھا۔ ایرانی نے مسجد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مساجد ہی چھین لیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

پھر اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک ضد میں پڑے ہوئے ہیں، پس اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا

اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

اگر صحابہ کی طرح ایمان لاؤ گے تو تم ہدایت یافتہ ہو ورنہ ہدایت یافتہ نہیں بن سکتے۔ اگر ہدایت یافتہ ہونا چاہتے ہو تو ایمان لاؤ، جس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ ایمان لاؤ جس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے جس طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایمان لائے جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

لوگو! ہمارا عقیدہ وہی ہے جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا، جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا، جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا۔

جس نے صحابہ کی طرح ایمان قبول نہیں کیا، اللہ نے اس سے عقیدۂ توحید ہی چھین لیا ہے۔ گھوڑے کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ گھوڑے کی پوجا کرتے ہیں، اللہ اس کو اپنے سامنے سجدہ کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔

وہ مسجد میں آ کر نماز نہیں پڑھے گا، گھوڑے کی پوجا کرے گا، کربلا کی مٹی کو سجدہ کرے گا، اللہ کو سجدہ نہیں کرے گا۔ دعا کرتا ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کرے گا، نذر و نیاز علی اکبر اور علی اصغر کے نام کی دے گا۔ کبھی پنجے کی پوجا کرتا ہے، کبھی تلوار کی پوجا کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ !!

اللہ یار خان صاحب دیوبندی کا ایک حوالہ

آلِ دیوبند کے ''مجددِ طریقت قلزمِ فیض بحر العلوم حاملِ قربِ عبدیّت حضرت العلام مولانا اللہ یار خان'' دیوبندی صوفی نے ایک فروعی مسئلے کے وقت فرمایا:

''میری زبان اور میرے قلم سے میری زندگی میں امت کے اختلافات اور فروعی مسائل پر کوئی مواد نہ پاؤ گے، اس لئے کہ میں امت کو تفریق در تفریق سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث، ان سب کو میں اختلافات کے باوجود اسلام میں دیکھتا ہوں۔'' (حیاتِ طیبہ ص ۱۲۹، ترتیب ابو الاحمدین)

حافظ زبیر علیزئی

انوار السنن فی تحقیق آثار السنن

(۶)

باب في نجاسة الروث

لید (اور گوبر) کی نجاست کا باب

۵۳) و عن عبد اللّٰه رضي الله عنه قال: أتى النبي ﷺ الغائط فأمرني أن آتيه بثلاثة أحجار فوجدت حجرين والتمست الثالث فلم أجد فأخذتُ روثة فأتيته بها فأخذ الحجرين وألقى الروثة و قال:((هذا ركس.)) رواه البخاري .

عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لئے چلے تو مجھے حکم دیا کہ میں تین (مٹی کے) ڈھیلے لے آؤں۔ مجھے دو ڈھیلے مل گئے اور میں نے تیسرا تلاش کیا تو نہ ملا پھر میں نے ایک لید لی اور انھیں (دو ڈھیلے اور ایک لید) لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ نے ڈھیلے لے لئے اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ پلید ہے۔

اسے بخاری (۱۵۶) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوئے مثلاً:

۱: گوبر اور لید ناپاک پلید ہے چاہے جس جانور کی بھی ہو۔

۲: استنجے کے لئے تین ڈھیلے ضروری ہیں۔ (نیز دیکھئے حدیث:۶۹)

اگر ڈھیلے نہ مل سکیں تو ان کے قائم مقام مثلاً ٹشو پیپر، کپڑے کی لیر اور پانی سے استنجا کافی ہے۔

۳: شاگرد کو چاہئے کہ ہر وقت اپنے استاد کی خدمت میں مستعد رہے۔

۴: نبی کریم ﷺ بشر ہیں، لہٰذا جو ضروریات بشر کی ہیں مثلاً پیشاب وغیرہ وہ آپ کی بھی ضروریات تھیں۔

۵: نبی کریم ﷺ مشکل کشا نہیں ہیں۔

۶: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ غیب نہیں جانتے تھے، ورنہ لید کبھی نہ لاتے۔

۷: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔

آپ کو خدمتِ رسول کے بہت سے مواقع حاصل ہوئے حالانکہ صرف شرفِ صحابیت ہی افضلیت کے لئے کافی ہے۔

۸: اگر شاگرد کو مسئلہ سمجھنے میں غلطی لگ جائے تو احسن طریقے سے اُس کی اصلاح کر دینی چاہئے۔

۹: گوبر لید پھینکنے کے بعد اس حدیث میں تیسرے ڈھیلے کا ذکر نہیں ہے اور عدمِ ذکر وقوع کی لازمی دلیل نہیں ہوتا۔

۱۰: ہر وقت اپنے آپ کو پلید چیزوں سے دور رکھنا چاہئے۔

باب في أن ما لا نفس له سائلة لا ينجس بالموت

باب: جس میں بہنے والا خون نہیں ہے، اس کے مرنے سے (پانی) ناپاک نہیں ہوتا

۵۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:

((إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه ثم لينزعه فإن في أحد جناحيه داء و في الآخر شفاء.)) رواه البخاري.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے مشروب (پینے کی چیز) میں مکھی گر جائے تو اسے (پورا) ڈبو کر باہر نکال دے کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔

اسے بخاری (۵۷۸۲،۳۳۲۰) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

اسے امام بخاری کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

امام احمد بن حنبل (المسند ۲/۳۹۸ ح ۹۱۶۸) دارمی (السنن : ۲۰۴۴) ابن ماجہ (السنن: ۳۵۰۵) ابن الجارود (المنتقیٰ : ۵۵) بیہقی (السنن الکبریٰ ۱/۲۵۲) بغوی (شرح السنہ: ۲۸۱۳، ۲۸۱۴) وغیرہم

اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں۔

مثلاً دیکھئے المسند الجامع (۱۷/۳۹۶۔۳۹۸ ح ۱۳۸۲۳۔۱۳۸۲۶)

تنبیہ: اگر مشروب میں بھڑ اور تتلی پروانہ وغیرہ گر جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

اس کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے اور نہ ائمۂ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل) سے یہ مسئلہ ثابت ہے، لہٰذا صاحبِ مشروب کو اختیار ہے کہ مکھی پر قیاس کرتے ہوئے انھیں غوطہ دے کر باہر پھینک دے اور مشروب استعمال کرے یا اگر دل مطمئن نہ ہو تو مشروب کو ہی پھینک دے یا کسی جانور کو پلا دے۔

یہ سب اجتہاد کی قسمیں ہیں اور نص صریح نہ ہونے کی حالت میں اجتہاد کرنا جائز ہے۔

باب نجاسة دم الحيض

حیض کے خون کی نجاست کا باب

۵۵) عن أسماء رضي الله عنها قالت: جاء ت امرأة إلى النبي ﷺ فقالت: إحدانا يصيب ثوبها من دم الحيضة كيف تصنع به؟ قال: ((**تحته ثم تقرصه بالماء ثم تنضحه ثم تصلي فيه.**)) رواه الشيخان.

اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: ہم میں سے بعض کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جاتا ہے، وہ اس کے ساتھ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اسے رگڑ کر جھاڑ دے پھر اسے پانی سے دھوئے پھر اس پر چھینٹے مارے پھر اس میں نماز پڑھے۔

اسے شیخین (بخاری: ۲۲۷، مسلم: ۲۹۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: اس عورت سے مراد کون ہے؟ اس کا ذکر مشہور ثقہ امام و مدلس سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی روایت میں آیا ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بذاتِ خود یہ سوال کرنے والی عورت ہیں۔ دیکھئے کتاب الام للشافعی (۱/ ۶۷ باب دم الحیض) اور التعلیق الحسن (ص ۴۰)

امام شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت تصریحِ سماع پر محمول ہوتی ہے۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۴۲ طبع اول) لہٰذا یہ سند صحیح ہے اور نیموی وغیرہ کا اسے شاذ قرار دینا مردود ہے۔

نیموی صاحب کی یہ عجیب وغریب پالیسی تھی کہ اگر مرضی کی روایت ہوتی تو ثقہ حافظ کے تفرد پر " و إسناده صحيح " قرار دیتے ہوئے مقبول ترین بنا لیتے تھے۔
دیکھئے حدیث سابق: ۳۶ (مع التعلیق الحسن ص ۳۳)

اور اگر مرضی کے خلاف ہوتی تو ثقہ حافظ کی روایت کو شاذ و مضطرب وغیرہ قرار دے کر رد کر دیتے تھے۔

۵۶) وعن أم قيس بنت محصن رضي الله عنها قالت: سألت النبي ﷺ عن دم الحيض يكون في الثوب؟ قال: ((**حكيه بضلع و اغسليه بماء و سدر.**))

رواه أبو داود و النسائي و ابن ماجة و ابن خزيمة و ابن حبان و اسناده صحيح

اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے حیض کے خون کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگا ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: کپڑے کے پہلوؤں سے رگڑ کر اسے صفا کرو اور پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اسے دھوؤ۔

اسے ابوداود (۳۶۳) نسائی (۱/ ۱۹۵۔۱۹۶ ح ۳۹۵) ابن ماجہ (۶۲۸) ابن خزیمہ (۱/ ۲۲ ح ۲۷۷) اور ابن حبان (موارد الظمآن: ۲۳۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

معلوم ہوا کہ حیض کا خون نجس ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

ظہور احمد دیوبندی اور روایاتِ صحیحہ کی تکذیب

دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو سچی روایات کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور جھوٹی روایات کو سچا سمجھتے ہیں اور بطورِ حجت پیش کرتے رہتے ہیں، انھی میں سے حضرو شہر کے ظہور احمد دیوبندی کوثری کا ان دونوں باتوں پر دل وجان سے عمل ہے۔

ا: جھوٹی اور مردود روایات سے ظہور احمد کے استدلال کے لئے دیکھئے راقم الحروف کا مضمون: ''ظہور احمد حضروی کوثری اور موضوع روایات کی بھرمار''

۲: روایاتِ صحیحہ یعنی سچی روایتوں کو جھوٹا قرار دینے والے باطل پرست لوگوں میں ظہور احمد بھی کسی سے پیچھے نہیں، جس کی فی الحال دس (۱۰) مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے حسن بن زیاد اللؤلؤی پر شدید جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا: ''امام ابن معینؒ سے اگر یہ جرح ثابت بھی ہو تو پھر بھی کئی وجوہ سے مردود ہے۔''

(تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۴۹۰)

عرض ہے کہ یہ جرح بالکل صحیح ثابت ہے۔ دیکھئے تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری: ۱۷۶۵) کتاب الجرح والتعدیل (۳/ ۱۵، وسندہ صحیح) الکامل لابن عدی (۲/ ۷۳۱، دوسرا نسخہ ۳/ ۱۶۰) الضعفاء للعقیلی (۱/ ۲۲۸) اور اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف (۳/ ۱۸۹، وسندہ صحیح)

اصل تاریخ ابن معین اور چار دوسری کتابوں میں اصولِ حدیث واسماء الرجال کی رُو سے صحیح سند والی روایت اگر ثابت نہیں تو بتائیں کہ ثابت کیا ہوتا ہے؟!

۲) امام محمد بن رافع النیسابوری رحمہ اللہ نے حسن بن زیاد پر جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا: ''زبیر علی زئی کا اس قول کی سند کو صحیح کہنا غلط ہے.....'' (تلامذہ ص ۴۹۹)

عرض ہے کہ تین کتابوں (کتاب الضعفاء للعقیلی ۱/ ۲۲۷۔ ۲۲۸ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۷/ ۳۱۶ وسندہ صحیح، اخبار القضاۃ ۳/ ۱۸۹، وسندہ صحیح) میں موجود اس قول کی سند بالکل

صحیح ہے اور اس کے مرکزی راوی امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار البغدادی رحمہ اللہ بالاجماع ثقہ ہیں۔ دیکھئے میرے دو مضمون: ''حسن بن زیاد اللؤلوی پر محدثین کرام کی جرح'' (فقرہ نمبر ۶) اور ''امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ'' (الحدیث: ۹۷)

۳) امام حسن بن علی الحلوانی رحمہ اللہ نے حسن بن زیاد پر شدید جرح کی۔

(تاریخ بغداد ۷/ ۳۱۶)

تو ظہور احمد نے لکھا:

''حسن بن علی الحلوانیؒ سے منسوب ایک الزام کی حقیقت'' (تلامذہ ص ۵۰۱)

پھر ظہور احمد نے امام ابو بکر بن ابی داود اور امام محمد بن عباس الخزاز کو اپنی جرح کا نشانہ بنایا، حالانکہ یہ دونوں امام جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اور ان کی بیان کردہ مرفوع حدیث بھی حجت ہوتی ہے۔ دیکھئے تحقیقی مقالات (۴/ ۳۷۸۔ ۳۹۱) اور ''حسن بن زیاد اللؤلوی پر محدثین کرام کی جرح'' (فقرہ نمبر ۷)

۴) امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے حسن بن زیاد پر شدید جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا:

''.....لہٰذا پھر اس قول کی سند صحیح کیسے؟'' (تلامذہ ص ۵۰۴)

عرض ہے کہ امام احمد بن علی بن مسلم الابار بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲)

اور اگر اس قول کی سند صحیح نہیں تو بتائیں کہ صحیح روایت کیا ہوتی ہے؟!

۵) امام یعلی بن عبید نے حسن بن زیاد پر جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا:

''اس قول کی سند میں حافظ عقیلیؒ کے استاذ قاسم بن خلف الدوریؒ کا ترجمہ ہمیں اسماء الرجال کی متداول کتب میں نہیں ملا، لہٰذا جب تک اس کی معتبر توثیق ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس قول کو صحیح کہنا فضول ہے۔'' (تلامذہ ص ۵۰۴)

عرض ہے کہ تدلیس نہ کریں، قاسم بن خلف کی تلاش میں فضول وقت ضائع نہ کریں کیونکہ یہ راوی قاسم بن خلف نہیں بلکہ ہیثم بن خلف الدوری ہیں۔

(دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۴۶ تا ۲۷۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۵۸۲ تا ۲۷۸)

اور ہیثم بن خلف ثقہ ہیں۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۶۱، تاریخ بغداد ۱۴/۶۳)

تنبیہ: دوسرے مقام پر ظہور احمد نے امام ہیثم بن خلف رحمہ اللہ کو بھی اپنی نیش زنی کا نشانہ بنایا ہے، جس کے جواب کے لئے دیکھئے: ''جمہور محدثین کرام کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں پر ظہور احمد کی جرح'' (فقرہ نمبر ۴)

ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ: ۹۹)

۶) امام یعقوب بن سفیان الفارسی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب: ''المعرفۃ والتاریخ'' میں حسن بن زیاد اللؤلوی کو کذاب کہا تو ظہور احمد نے اس کتاب کے راوی امام عبداللہ بن جعفر بن درستویہ النحوی رحمہ اللہ پر ظالمانہ جرح کردی، حالانکہ انھیں سات محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا اور دیگر بہت سے علماء نے ان کی تعریف کی اور حافظ ذہبی نے فرمایا: کسی ایک نے بھی انھیں دلیل کے ساتھ ضعیف قرار نہیں دیا۔ (العبر فی خبر من غبر ۲/۷۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے: ''حسن بن زیاد اللؤلوی پر محدثین کرام کی جرح'' (فقرہ: ۳)

۷) امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ سے کہا گیا: اس سال بارش نہیں ہو رہی، قحط ہے۔ انھوں نے جواب میں فرمایا: قحط کیوں نہ ہو؟ حسن اللؤلوی اور حماد بن ابی حنیفہ جو قاضی بنے بیٹھے ہیں۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۱/۲۲۸ وسندہ صحیح)

اس صحیح روایت پر ظہور احمد نے درج ذیل تلبیسانہ الفاظ میں حملہ کیا:

''اس قول کی سند سے قطع نظر قول کا متن ہی اس قول کے جھوٹ اور غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے....'' (تلامذہ ص ۵۰۸)

عرض ہے کہ اس روایت کے تینوں راوی امام عقیلی، امام ادریس بن عبدالکریم المقرئ اور امام اسحاق بن اسماعیل الطالقانی جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں۔ دیکھئے تحقیقی مقالات (۲/۳۳۸) اور ''حسن بن زیاد اللؤلوی پر محدثین کرام کی جرح'' (فقرہ: ۱۰)

لہٰذا منکرینِ حدیث کی طرح اپنا نام نہاد و خود ساختہ ''درایتی معیار'' پیش نہ کریں بلکہ اسے اپنے پاس ہی رکھیں۔!

ظہور احمد نے مزید لکھا ہے:

''معلوم ہوتا ہے کہ اس ناپاک قصے کو گھڑنے والا بھی.... انتہائی بے وقوف انسان تھا''

(تلامذہ ص ۵۰۹)

حالانکہ بے وقوف بلکہ حق کا منکر و باطل پرست وہ شخص ہے جو کوثری وغیرہ کی تقلید میں اس صحیح و ثابت اور دیگر صحیح روایات کا انکار کرتا ہے اور ثقہ و صدوق اماموں پر ظالمانہ جرح کرتا ہے۔

۸) امام عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ نے ابن فرقد شیبانی پر جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا:

''اس قول کی سند میں ایک راوی عثمانی بن احمد بن السماک الدقاق متکلم فیہ ہے....''

(تلامذہ ص ۳۹۱)

حالانکہ امام عثمان بن احمد السماک الدقاق رحمہ اللہ کو خطیب بغدادی، امام دارقطنی، امام ابن شاہین، امام ابوالحسین ابن الفضل القطان، حافظ ابن الجوزی، سمعانی اور حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرہم جمہور علماء اور جم غفیر نے ثقہ کہا۔

دیکھئے: ''جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں پر ظہور کی جرح'' (فقرہ: ۸)

ظہور احمد نے مزید لکھا ہے:

''نیز اس کے استاذ سہل بن احمد الواسطیؒ کا ترجمہ ہمیں اسماء الرجال کی متداول کتابوں میں نہیں ملا۔ لہٰذا اس قول کی سند کو صحیح قرار دینا غلط ہے۔'' (تلامذہ ص ۳۹۲)

عرض ہے کہ راقم الحروف نے کافی عرصہ پہلے درج ذیل عبارت لکھ کر شائع کی تھی:

''الفلاس کے شاگرد ابو العباس سہل بن احمد الواسطی ثقہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۹/۱۱۹ ت ۴۷۳۱)'' (مقالات ۲/۳۵۱ نوشتہ ۳۰/ ستمبر ۲۰۰۸ء)

اگر تاریخ بغداد اسماء الرجال کی متداول کتابوں میں سے نہیں تو بتائیں کہ متداول کتابیں کیا ہوتی ہیں؟

سہل بن احمد الواسطی سے اماموں کی ایک جماعت مثلاً امام اسماعیلی، امام ابن

الاعرابی اور امام طبرانی وغیرہم نے حدیث بیان کی۔

المستدرک للحاکم (۱/۱۱۶ ح ۳۹۶) میں ان کی بیان کردہ ایک حدیث موجود ہے۔

ضیاء المقدسی نے المختارہ میں اس کی حدیث درج کی۔ (۲/۲۸۸ ح ۶۷۷)

حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ان کا تذکرہ کیا۔ (۲۲/۱۵۸ ت ۲۱۶ وفیات ۲۹۱ تا ۳۰۰ھ)

امام اسماعیلی نے انھیں ''حافظ بو اسط'' قرار دیا۔ (معجم الاسماعیلی ۲/۶۵۴ ت ۲۸۵)

اگر خطیب کی توثیق اور ان تمام باتوں کا ظہور احمد کو متداول کتابوں میں ثبوت کہیں نہیں ملا تو ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں: **آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے!**

۹) امام شافعی رحمہ اللہ نے جب ابن فرقد پر جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا:

''اس قول کی سند میں ایک راوی احمد بن علی الابار ہے..... لہٰذا اس کی روایت نا قابلِ اعتماد ہے۔'' (تلامذہ ص ۴۰۷)

حالانکہ احمد بن علی بن مسلم الابار بالاتفاق ثقہ ہیں اور اُن پر حافظ ذہبی نے جرح نہیں کی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون: ''امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ'' اور ''جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راویوں پر ظہور احمد کی جرح'' (فقرہ: ۲)

۱۰) خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

" قرأت علی الحسن بن أبي بکر عن أحمد بن کامل القاضي قال: أخبرني أحمد بن القاسم عن بشر بن الولید قال قال أبو یوسف: قولوا لهذا الکذاب یعني محمد بن الحسن ـ هذا الذي یرویه عني سمعه مني؟"

(قاضی) ابو یوسف نے کہا: اس کذاب یعنی محمد بن حسن سے کہو: وہ یہ جو مجھ سے روایت کرتا ہے۔ کیا اس نے اسے مجھ سے سنا تھا؟! (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰ ت ۵۹۳)

اس روایت کی قاضی ابو یوسف تک سند حسن لذاتہ یعنی حجت ہے اور اس کے راویوں کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: حسن بن ابی بکر: ابراہیم بن احمد بن الحسن بن محمد بن شاذان بن حرب بن مہران

البزار ثقہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۷/ ۲۷۹ ت ۳۷۷۲، تحقیقی مقالات ۲/ ۳۵۹)

۲: احمد بن کامل القاضی صدوق وثقہ الجمہور ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔

تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ

۳: احمد بن القاسم بن محمد بن سلیمان الطائی البرتی ثقہ ہیں۔

(تاریخ بغداد ۴/ ۳۵۰ ت ۲۱۹۱، تحقیقی مقالات ۲/ ۳۵۸)

۴: بشر بن الولید الکندی جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۲/ ۳۵۸)

اب اس روایت پر ظہور احمد کی زہریلی جرح اور سوقیانہ عبارت پیشِ خدمت ہے:

''اس قول کی سند میں ایک راوی احمد بن کامل القاضیؒ نے جب امام ابو یوسفؒ کی توثیق کی تو جواب میں علی زئی نے ان کو ضعیف قرار دے دیا، اور ان کے بارے میں دعویٰ کیا کہ ان کی کسی قابلِ اعتماد محدث سے توثیق ثابت نہیں ہے۔

لیکن علی زئی کی بددیانتی ملاحظہ کریں کہ یہاں جب ان کو احمد بن کاملؒ کی روایت امام محمدؒ کے خلاف مل گئی تو انہوں نے فوراً پینترا بدل لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ عندالجمہور ثقہ ہیں، اور ان کے بارے میں جرح منسوخ ہے۔ یہ ہے علی زئی کا انصاف!

اور پھر علی کے دوغلاپن کی انتہا ہے کہ یہاں وہ یہ تو کہہ رہے ہیں کہ احمد بن کاملؒ کے بارے میں انہوں نے جو جرح کی تھی وہ منسوخ ہے، لیکن انہوں نے یہ اقرار کرنا گوارا نہیں کیا کہ اس جرح کے بل بوتے انہوں نے امام ابو یوسفؒ کے حق میں احمد بن کامل کی توثیق کو جو رد کیا تھا وہ بھی منسوخ ہے اور امام ابو یوسف ثقہ ہیں۔

ثانیاً: خود امام ابو یوسفؒ کے خلاف زبیر علی زئی ایک تنقیدی مضمون لکھ چکے ہیں....''

(تلامذہ ص ۴۰۸)

ان اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱: راقم الحروف نے آج سے تقریباً چار سال پہلے ۳۰/ ستمبر ۲۰۰۸ء کو درج ذیل اعلان

شائع کیا تھا:

''احمد بن القاسم کے شاگرد احمد بن کامل بن شجرہ القاضی البغدادی موثق عند الجمہور ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔ ابن رزقویہ نے ان کی زبردست تعریف کی اور حاکم و ذہبی (المستدرک وتلخیصہ ۴/۵۲۴ ح ۸۵۹۸) نے اُن کی حدیث کو صحیح کہا، لہٰذا امام دارقطنی کی جرح مرجوح ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے احمد بن کامل کے بارے میں پہلے جہاں بھی ضعیف وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے الحدیث: ۹ ص ۴۶، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۵۳۵)

جدید تحقیق کی رو سے وہ ساری جرح منسوخ ہے اور اب یہی تحقیق ہے کہ احمد بن کامل مذکور حسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ'' (الحدیث حضرو: ۵۵ ص ۳۰۔۳۱، تحقیقی مقالات ج ۲ ص ۳۵۸۔۳۵۹)

اس واضح اعلانِ رجوع کے بعد بھی ظہور احمد کا راقم الحروف کو مطعون کرنا اگر بددیانتی نہیں تو پھر کیا ہے؟ اور ظہور احمد نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

''اور خود علی زئی نے لکھا ہے کہ

کسی مسئلہ پر کسی شخص کو مطعون کرنا بری بات، جس سے وہ رجوع اور توبہ کر چکے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں: رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا اہل الرائے کی کس عدالت کا انصاف ہے؟۔

لیکن علی زئی جس چیز سے پرہیز کی دوسروں کو نصیحت کر رہے ہیں خود اس بری حرکت میں بری طرح مبتلا ہیں۔'' (تلاندہ ص ۳۷۶)

خود مبتلا ہونے والی بات تو بالکل جھوٹ ہے اور اس عبارت میں ظہور احمد نے تسلیم کر لیا ہے کہ رجوع پر اعتراض کرنا بُری حرکت ہے اور آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ظہور احمد نے رجوع پر بھی اعتراض جڑ دیا ہے۔

۲: ۳۰/ستمبر ۲۰۰۸ء سے پہلے ۸/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ (۱۵/مئی ۲۰۰۵ء) میں راقم الحروف نے صرف لسان المیزان پر اعتماد کرتے ہوئے احمد بن کامل کو ''بذاتِ خود ضعیف''

لکھا تھا۔ (دیکھئے الحدیث:۹ص ۴۶)

اور بعد میں تحقیق ثانی کے بعد ۳۰/ستمبر ۲۰۰۸ء میں اس سے رجوع کیا اور دسمبر ۲۰۰۸ء کے ماہنامہ الحدیث حضرو میں اسے علانیہ شائع کیا۔ (ص ۳۰۔۳۱)

یہ سب کچھ ظہور احمد کے علم میں ہے اور اس کے باوجود ظہور احمد دیوبندی کوثری نے مئی ۲۰۱۲ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب میں لکھا ہے:

''امام احمد بن کامل قاضیؒ کے حق میں محدثین کے ان توثیقی اقوال کے باوجود ایک متعصب غیر مقلد زبیر علی زئی کی ہٹ دھرمی ملاحظہ کریں کہ ''احمد بن کامل القاضی بذات خود ضعیف ہے، کسی قابل اعتماد محدث سے اس کی معتبر توثیق ثابت نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو، ش ۱۹، ص ۴۶) گویا علی زئی کی نظر میں علامہ خطیب اور حافظ ذہبیؒ وغیرہ نا قابل اعتبار محدث ہیں اور ان کی توثیق غیر معتبر ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست '' (تلامذہ ص ۱۳۹، حاشیہ)

اس زہریلی عبارت میں ظہور احمد نے تین بددیانتیاں اور خیانتیں کی ہیں:

اول: راقم الحروف کے رجوع کا یہاں اشارہ تک نہیں لکھا، حالانکہ یہ رجوع ظہور احمد کے علم میں ہے اور ایسا کام اگر بددیانتی اور خیانت نہیں تو پھر کیا ہے؟!

دوم: راقم الحروف کی منسوخ عبارت اپنے علم کی حد تک تھی اور اس کی بنیاد لسان المیزان تھی۔ میں نے ہرگز خطیب اور حافظ ذہبی کو نا قابلِ اعتبار قرار نہیں دیا، بلکہ تحقیق قدیم میں اپنی معلومات و فہم کے مطابق جمہور کو ترجیح دی اور جب بعد میں اس بات کا غلط ہونا ثابت ہوا تو علانیہ رجوع کر لیا۔ یہ نہیں کیا کہ ظہور احمد کی طرح چپکے سے اپنی عبارت اُڑا دی جائے اور کسی قسم کے رجوع کا اعلان شائع نہ کیا جائے۔ دیکھئے میرا مضمون:

''ظہور احمد حضروی کے بائیں ہاتھ کا کھیل: چپکے سے عبارت غائب کر دینا!!''

سوم: ظہور و نثار نے مجھے غیر مقلد لکھا ہے، حالانکہ میں ''مقلد و غیر مقلد'' نہیں بلکہ صحیح العقیدہ مسلمان یعنی اہلِ حدیث: اہلِ سنت ہوں۔ والحمد للہ

اور شریعت اسلامیہ میں تنابز بالالقاب ممنوع ہے۔ (دیکھئے سورۃ الحجرات:۱۱)

امام ابوبکر بن ابی داود رحمہ اللہ نے فرمایا: اور تُو اس قوم میں سے نہ ہونا جو اپنے دین سے کھیلتے ہیں (ورنہ) تو اہلِ حدیث پر طعن و جرح کر بیٹھے گا۔ (الشریعہ للآجری ص ۹۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اہلِ حدیث کو بُرا کہتے ہیں وہ دین سے کھیلتے ہیں یعنی اہلِ بدعت ہیں اور یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ اہلِ بدعت صرف محدثین کرام سے ہی بغض نہیں رکھتے بلکہ اہلِ حدیث عوام سے بھی بہت زیادہ بغض رکھتے ہیں۔

امین اوکاڑوی دیوبندی نے ''غیر مقلد کی تعریف'' کے تحت لکھا ہے:

''لیکن جو شخص نہ امام ہو نہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے'' (تجلیات صفدر ۳/۳۷۷)

نیز اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''اس لئے جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا گستاخ اور بے ادب بھی ہوگا'' (تجلیاتِ صفدر ۳/۵۹۰)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''کہ ہر غیر مقلد اعجاب کل ذی رأی برأیہ کا مجسمہ ہے اور موافق فرمان رسول اللہ ﷺ ایسے لوگوں پر توبہ کا دروازہ بند ہے۔''

(تجلیات صفدر ۹/۱۶۴)

یہ ہیں وہ عبارات اور اس طرح کے دوسرے حوالے، جن کی وجہ سے آلِ تقلید کا اہلِ حدیث کے خلاف غیر مقلد کا لفظ استعمال کرنا بالکل باطل و مردود ہے۔

امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ نے فرمایا: دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہلِ حدیث سے بغض نہیں رکھتا۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴)

اور یہ ظاہر ہے کہ ہر اہلِ حدیث سے چاہے محدث و عالم ہو یا عوام میں سے ہو، تمام اہلِ بدعت بغض رکھتے ہیں اور طرح طرح کے نام رکھ کر مثلاً غیر مقلدین وغیرہ کہہ کر اہلِ حدیث کا مذاق اڑاتے ہیں۔ أعاذنا اللہ من شرورھم

۴: اگر کوئی کہے کہ آپ نے پہلے کس بنیاد پر احمد بن کامل کو ضعیف لکھا تھا؟ تو عرض ہے کہ

لسان المیزان میں دو باتیں لکھی ہوئی ہیں:

اول: ابن رزقویہ نے فرمایا کہ میری آنکھوں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

دوم: امام دارقطنی نے فرمایا: وہ (روایت میں) متساہل تھے، بعض اوقات اپنے حافظے سے ایسی حدیثیں بیان کرتے جو ان کی کتاب میں نہیں ہوتی تھیں، انھیں خود پسندی (اتراہٹ اور غرور) نے ہلاک کر دیا۔ الخ (ج۱ص۲۴۹ دوسرا نسخہ ۱/۳۷۶)

نیز دیکھئے الحدیث: ۲ص۲۵

ظاہر ہے کہ صرف ابن رزقویہ کے مقابلے میں امام دارقطنی کو ہی ترجیح حاصل ہے، لیکن بعد میں جدید وسائل استعمال کرنے سے معلوم ہوا کہ حاکم اور ذہبی دونوں نے احمد بن کامل کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (المستدرک ۴/۵۲۲ ح ۸۵۹۸ وتلخیصہ)

لہٰذا موثقین تین ہو گئے اور چونکہ ہمارے نزدیک جرح و تعدیل میں تعارض و عدم تطبیق کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح حاصل ہے، لہٰذا احمد بن کامل کی توثیق قبول کر کے علانیہ رجوع کیا اور اسی میں نجات ہے۔ ان شاء اللہ

۴: قاضی ابو یوسف کے بارے میں احمد بن کامل کی توثیقی روایت کے بارے میں عرض ہے کہ احمد بن کامل ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۳۵۸ ت ۲۲۰۹)

اور امام یحییٰ بن معین ۲۳۳ھ، امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ اور امام علی بن المدینی ۲۳۴ھ میں فوت ہوئے تھے، لہٰذا یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۵: ظہور احمد کا یہ کہنا کہ ''خود امام ابو یوسفؒ کے خلاف زبیر علی زئی ایک تنقیدی مضمون لکھ چکے ہیں'' تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ قاضی ابو یوسف کا قول بطورِ الزامی دلیل پیش کیا گیا ہے؟ جس طرح کہ قاضی ابو یوسف کے خلاف امام ابو حنیفہ کا قول بطورِ الزامی دلیل پیش کیا جاتا ہے اور یہ دونوں اقوال ان لوگوں پر حجت قاطعہ اور برہان ساطعہ بلکہ قاصمۃ الظہر اور قاطعۃ العنق ہیں جو اپنے آپ کو حنفی کہتے یا کہلواتے ہیں۔

الزامی دلیل کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ راقم الحروف نے ابن فرقد پر دس محدثین

کی جرح علیحدہ نمبروں کے ساتھ نقل کی ہے اور قاضی ابو یوسف کی جرح کو علیحدہ بطورِ فائدہ لکھا ہے۔

دیکھئے مقالات (ج ۲ ص ۳۴۱ تا ۳۵۶، الحدیث حضرو: ۵۵ ص ۱۳ تا ۲۸، اور ص ۲۹)

۶: ظہور احمد نے ۳۵۱ھ میں پیدا ہونے والے حسین بن علی بن جعفر الصیمری اور ۶۹۶ھ میں پیدا ہونے والے عبدالقادر القرشی سے اپنے الفاظ میں مفہوماً مترجماً نقل کیا ہے کہ ''بشر بن ولیدؒ، امام محمد بن حسنؒ پر زیادتی کرتے تھے اور ان سے مخالفت رکھتے تھے۔''

(تلامذہ ص ۳۰۹)

عرض ہے کہ بشر بن الولید الکندی ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، لہٰذا ان دونوں کی اُن سے یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور یہاں ظہور احمد کا حافظ ذہبی کے قول: ''لا یسمع قول العدو فی عدو'' یعنی ایک مخالف کی دوسرے مخالف کے خلاف کوئی بھی بات ناقابلِ سماعت ہے/ پیش کرنا باطل ہے۔

یاد رہے کہ حافظ ذہبی کے قول کا تعلق مخالف کی رائے سے ہے اور ثقہ مخالف کی روایت سے نہیں، لہٰذا تلبیس و تدلیس کرنا جائز نہیں، نیز اگر یہ ظہوری اصول عام ہے تو اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ظہور و نثار دونوں اہلِ حدیث کے سخت دشمن ہیں۔ لہٰذا اس اصول کی رُو سے ان دونوں کی خصوصاً اور تمام آلِ دیوبند کی عموماً ہر بات جو اہلِ حدیث کے خلاف ہے ناقابلِ سماعت یعنی مردود ہے۔

کیا ظہور و نثار اپنے اصول کو اپنے آپ پر نافذ و لاگو کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

قارئین کرام! ظہور احمد دیوبندی کی طرف سے روایاتِ صحیحہ کی تکذیب کے یہ دس حوالے بطورِ نمونہ و مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ اس طرح کی مثالیں اور بھی ہیں۔ مثلاً:

۱: راقم الحروف نے امام عقیلی کی کتاب الضعفاء سے احمد بن محمد بن صدقہ کی سند کے ساتھ امام یحییٰ بن معین کا قول پیش کیا تو ظہور احمد نے لکھا:

''لیکن ہمارے پاس تاریخ بغداد کا جو مطبوعہ نسخہ (طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت) ہے اس میں ہمیں احمد بن محمد بن صدقہ کا ترجمہ نہیں ملا، البتہ اس میں امام عقیلیؒ کے ایک استاذ احمد بن محمد بن صعصعۃ کا ترجمہ موجود ہے،

ممکن ہے کہ صدقہ صعصعۃ کی، یا صعصعۃ صدقہ کی تصحیف ہو۔ بہر حال جو بھی ہو علامہ خطیب نے اس کی توثیق نہیں کی اور نہ ہی اس کے متعلق کسی اور محدث سے توثیق نقل کی ہے۔

اسماء الرجال کی دیگر متداول کتب میں بھی ہمیں اس کی توثیق نہیں ملی۔ لہٰذا جب تک اس کا ثقہ ہونا ثابت نہ ہو علی زئی کا اس کی روایت کو صحیح کہنا فضول ہے۔'' (تلامذہ ص ۳۶۹)

عرض ہے کہ ابو العباس احمد بن محمد بن صعصعہ القراز البز از دوسرے آدمی ہیں اور امام ابو بکر احمد بن محمد بن عبداللہ بن صدقہ الحافظ اس سے علیحدہ شخص ہیں۔ انھیں امام دارقطنی، خطیب بغدادی، امام ابو الحسین ابن المنادی اور حافظ ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے الحدیث: ۵۵ ص ۱۴)

اتنی زبردست توثیق بلکہ الاجماع علی التوثیق کے بعد بھی یہ کہنا کہ ''ترجمہ نہیں ملا'' یا ''ہمیں اس کی توثیق نہیں ملی'' فضول ہے اور صحیح روایت کو ضعیف قرار دینا مردود ہے۔

تاریخ بغداد (ج ۵ ص ۴۱ ترجمہ ۲۳۹۵) میں احمد بن محمد بن (عبداللہ بن) صدقہ کے حالات صاف طور پر موجود ہیں، لیکن اگر آنکھیں ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے!!

۲: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے جب قاضی ابو یوسف پر کلام کیا۔

(کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۷۹۱ وسندہ صحیح)

تو ظہور احمد نے لکھا:

''امام ثوریؒ سے اس واقعہ کا راوی عبیداللہ (بن) موسیٰ متکلم فیہ ہے، امام احمد بن حنبلؒ، امام عثمان بن ابی شیبہؒ، امام یعقوب بن سفیانؒ، امام ابو مسلم بغدادیؒ، اور دیگر محدثین نے اس پر جرح کی ہے، خاص کر اس کی ان احادیث پر جو امام سفیان ثوری سے روایت کی ہیں، اور یہ روایت بھی اس کی امام ثوریؒ سے ہے۔

اسی طرح یہ متکلم فیہ ہونے کے ساتھ شیعہ اور رافضی بھی ہے....“ (تلامذہ ص ۲۰۸)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے اس مرکزی راوی کی کچھ توثیق درج ذیل ہے:

۱: امام بخاری نے اُن سے صحیح بخاری میں بہت سی روایات بیان کیں، مثلاً:

۸، ۱۲۷، ۳۵۴، ۵۲۰ وغیر ذلک

تفصیل کے لئے دیکھئے مفتاح صحیح بخاری (ص ۱۱۴، ب)

۲: امام مسلم نے اُن سے صحیح مسلم میں بہت سی احادیث بیان کیں۔

۳: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ” عبید اللّٰہ بن موسی ثقة “

(کتاب الجرح والتعدیل ۵/۳۳۴)

۴: امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ” وھو ثقة “ (ایضاً ص ۳۳۵ ملخصاً)

۵: امام عجلی نے فرمایا: ” (کوفي ثقة کان عالمًا بالقرآن) صدوق و کان یتشیع و کان صاحب قرآن رأسًا فیه شجي القراة “

(التاریخ المشہور بالثقات للعجلی: ۱۱۷۱)

۶: ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: ” و کان یتشیع “ (۱۵۲/۷) اور انھوں نے صحیح ابن حبان میں ان کی بہت سی احادیث درج کیں۔

۷: ابن شاہین نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (ص ۱۶۵ ت ۹۵۷)

۸: حافظ ذہبی نے فرمایا: ” ثقة “ (الکاشف ۲/۲۶۹ ت ۳۵۸۳)

۹: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ” ثقة کان یتشیع “ الخ (تقریب التہذیب: ۴۳۴۵)

۱۰: امام ترمذی نے عبید اللہ بن موسیٰ کی بیان کردہ حدیث کو ” حسن صحیح “ کہا۔

(مثلاً دیکھئے سنن ترمذی: ۳۷۶۵)

اور سفیان ثوری سے ان کی حدیث کو بھی ” حسن صحیح “ کہا۔ (ح ۲۶۳۲)

۱۱: امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں ان کی احادیث بغیر کسی جرح کے درج کیں۔

(مثلاً دیکھئے ح ۲۴۰۶)

۱۲: ابوعوانہ نے صحیح ابی عوانہ میں ان کی احادیث بیان کیں۔

۱۳: ابن الجارود نے المنتقیٰ میں اُن کی احادیث لکھیں۔

(مثلاً دیکھئے ح ۴۸ وسندہ ضعیف لعلۃ اُخریٰ)

۱۴: حاکم نے المستدرک میں عبیداللہ بن موسیٰ کی عن سفیان والی حدیث کے بارے میں فرمایا: "هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه"

(ج ۲ ص ۱۶۰ ح ۲۶۷۴ ووافقہ الذہبی)

اتنی زبردست توثیق کے بعد پانچ چھ اماموں کی جرح مرجوح اور غلط ہے۔

نیز یہ کہنا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ان کی روایت میں خاص کلام ہے، یہ بھی یہاں قوی اعتراض نہیں کیونکہ صحیح بخاری (قبل ح ۶۳) میں عبیداللہ بن موسیٰ عن سفیان کی روایت موجود ہے اور ایسی سند کو حاکم وذہبی وغیرہما نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

جن راویوں کی روایات ہم صحیحین اور احادیث صحیحہ مرفوعہ میں تسلیم کرتے ہیں، اسماء الرجال کی روایات میں ان راویوں کی روایات کیوں مردود ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ آلِ دیوبند کا یہ طرزِ عمل ہے کہ جب کوئی روایت اُن کی مرضی کے مطابق ہو تو وہ اسے صحیح اور راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں اور اگر کوئی مرضی کے خلاف ہو تو (بعض اوقات اسی) راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بڑی دوغلی پالیسی اور دورُخی ہے۔

نیز دیکھئے میرا مضمون: "ظہور احمد کی دس (۱۰) دورُخیاں اور دوغلی پالیسیاں"

ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ: ۹۸)

ہمارے نزدیک اسماء الرجال میں اصل مسئلہ صرف یہ ہے کہ سب سے پہلے: راوی کے بارے میں ثابت شدہ توثیق اور جرح کے اقوال جمع کر لئے جائیں، غیر ثابت اقوال کو چھوڑ دیا جائے اور تطبیق نہ ہونے کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کرام کو ترجیح دے دی جائے اور اسی میں نجات ہے۔ والحمدللہ

(۲۵/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۶/ جولائی ۲۰۱۲ء)

محمد زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند اور انگریز

آلِ دیوبند میں اکثریت کی یہ عادت ہے کہ جب ان کے کسی غلط مسئلہ کی نشاندہی کی جاتی ہے تو اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو غیر مقلد کہہ کر کہتے ہیں کہ انگریز کے دور سے پہلے کوئی غیر مقلد دنیا میں موجود نہیں تھا، تو اس کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند کا یہ جھوٹ ہے اور اس کا رد خود ان کی اپنی کتابوں سے ہی ثابت ہے۔

امین اوکاڑوی دیوبندی نے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کو غیر مقلد کہا ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۵۹۲، ۵۹۶)

سرفراز صفدر دیوبندی نے بھی لکھا ہے:

''مشہور محدث ابن حزمؒ (غیر مقلد) اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں'' (الکلام المفید ص ۸۰)

تنبیہ: بریکٹوں میں غیر مقلد کا لفظ خود سرفراز صاحب نے ہی لکھا ہے۔

جبکہ امین اوکاڑوی نے ابن حزم کو اہلِ سنت تسلیم کرتے ہوئے ان کی وفات ۴۵۷ھ لکھی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۱۰۹)

دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''محمد حیات سندھی، محمد فاخر الٰہ آبادی اور مبارک پوری نے اس کو تحریف نہیں، سہو کاتب کہا تھا، جو ان کا وہم تھا۔ جبکہ ان تین غیر مقلدوں کے علاوہ کسی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نے اسکو سہو کاتب بھی نہیں کہا۔''

(تجلیات صفدر ۲/۲۴۳)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''محمد حیات سندھی کی وفات ۱۱۶۳ھ میں ہے''

(تجلیات صفدر ۲/۲۳۸)

نیز اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اور نہ ہی محمد فاخر الٰہ آبادی حنفی تھا، اس کی وفات ۱۱۶۴ھ میں ہے'' (تجلیات صفدر ۲/۲۳۸)

باقرار امین اوکاڑوی، محمد حیات سندھی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۶۳ھ) نے تقلید کے خلاف ایک رسالہ "الایقاف علی سبب الاختلاف" لکھا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۵۱/۴)

نیز امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۳۵۵/۵) میں بھی محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کو "غیر مقلد" کہا ہے۔

محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں ایک رسالہ لکھا تھا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۵۲/۴)

اس رسالہ کا نام "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور" ہے۔ دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (ص ۴۲۶، مؤلف مولانا داود ارشد حفظہ اللہ) اور ماہنامہ الحدیث حضرو (۳۷ ص ۶۵)

ان کی دیگر تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

شرح الترغیب والترہیب (دو جلدیں)، شرح الاربعین لملا علی قاری، تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلاۃ والسلام، شرح الحکم العطائیہ، الایقاف علی سبب الاختلاف، تحفۃ المحبین شرح الاربعین للنووی، رسالہ فی النھی من عشق صور المرد والنسوان اور رسالہ فی ابطال الضرائح وغیرہ۔ دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۳۷ ص ۶۴) نیز ان کے ایک اور رسالہ کا نام "درۃ فی اظہار غش نقد الصرۃ" ہے۔ دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (ص ۴۲۷)

محمد فاخر الہ آبادی جنھیں امین اوکاڑوی نے غیر مقلد لکھا ہے ان کی تصانیف یہ ہیں:

نور السنۃ، قرۃ العینین در اثبات رفع یدین، رسالہ نجاتیہ وغیرہ

(دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۳۷ ص ۶۵، الحدیث حضرو نمبر ۶ ص ۳۶)

نیز ۱۱۴۱ھ سے پہلے وفات پانے والے شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ بھی سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے، تقلید نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۵۰/۴۔۵۲)

نیز حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تقریباً سو (۱۰۰) کے قریب محدثین کا ذکر باحوالہ کیا ہے جو تقلید نہیں کرتے تھے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۵۷ ص ۲۹۔۴۸، نمبر ۷۶ ص ۱۳۔۳۲)

قارئین کرام! تقلید نہ کرنے والوں کے مذکورہ حوالے پاک و ہند (برِ صغیر) میں انگریز کے دور سے پہلے کے ہیں کیونکہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''19 ستمبر 1857 کو انگریز دہلی پر قابض ہوا'' (تجلیات صفدر ۶/۵۰۳)

اور محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۵۰ء میں وفات پائی یعنی انگریز کے دور سے ایک سو سات (۱۰۷) سال پہلے وفات پائی۔

نیز امین اوکاڑوی کے بقول شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے قرآن پاک کے اردو تراجم پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے کئے تھے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۶/۴۹۹)

اور شاہ رفیع الدین کی پیدائش ہی ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۴۹ء میں ہوئی۔ (دیکھئے ردِ کوثر ص ۵۹۶)

اور شاہ عبدالقادر کی پیدائش ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔ (دیکھئے ردِ کوثر ص ۵۹۶)

اس سے ثابت ہوا کہ پاک و ہند میں انگریز کے دور سے پہلے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کرنے والے ان صاحبان میں سے ایک کی عمر مولانا محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ایک سال سے بھی کم تھی اور دوسرے صاحب تو تقریباً چار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

قارئین کرام! ساری حقیقت آپ کے سامنے ہے، لیکن اس کے باوجود پروپیگنڈا کرنے والے اور دورُخی پالیسی رکھنے والے امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''انگریز کے دور سے پہلے پورے بارہ سو سال تک غیر مقلدین کا کوئی اخبار یا رسالہ نہ تھا''

(تجلیات صفدر ۶/۵۰۲)

یعنی پہلے امین اوکاڑوی نے خود ہی محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کو غیر مقلد کہا اور ان کی طرف سے ردِ تقلید اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں لکھے گئے رسالوں کا ذکر کیا اور ان کی وفات ۱۱۶۳ھ یعنی ۱۷۵۰ء تسلیم کی اور خود ہی لکھا کہ انگریز ۱۸۵۷ء میں دہلی پر قابض ہوا۔ نیز ۱۱۶۳ھ کے بعد پیدا ہونے والے شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کو بھی انگریز کے

دور سے پہلے کا ترجمہ قرار دیا اور پھر خود ہی یہ کہا کہ غیر مقلدین کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی رسالہ نہیں تھا۔

قارئین کرام! اب ہم آپ کو تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ پاک وہند میں انگریز کے دور سے پہلے کسی مسلمان کہلانے والے انسان کا مسلک "دیوبندی مسلک" نہیں تھا، لیکن آل دیوبند نے اپنے لئے دیوبندی مسلک کا لفظ استعمال کیا۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "دیہات کی زندگی تھی اور میرا بچپن۔ سوال یہ تھا کہ اسے قرآن پاک کی تعلیم دلائی جائے، گاؤں میں ایک مسجد تھی جس میں تقریباً ہر جمعہ جھگڑا ہوتا۔ بریلوی حضرات چاہتے تھے کہ یہاں ہمارا امام مسجد مقرر ہو اور غیر مقلدین چاہتے تھے کہ ہمارا امام مقرر ہو، اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا نہ کسی گنتی میں نہ شمار میں۔"

(تجلیات صفدر ۱/ ۹۷)

مدرسہ "دارالعلوم" دیوبند بھی انگریز کے دور میں بنایا گیا۔ چنانچہ امین اکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: "اور دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء کو... رکھی گئی" (تجلیات صفدر ۶/ ۱۵۴، نیز دیکھئے باب جنت ص ۴۲، از سرفراز صفدر دیوبندی)

اور یہ عین انگریزی دور تھا جیسا کہ خود اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر قابض ہوا، یعنی انگریزی دور حکومت کے دس سال بعد "دارالعلوم" دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔

محمد ظفیر الدین "مفتی دارالعلوم" دیوبند نے لکھا ہے: "دارالعلوم دیوبند انگریزی دور حکومت کا سب سے پہلا اسلامی مدرسہ ہے، جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحریک اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مشورہ اور مقامی علماء کے تعاون سے قائم ہوا،" (اشرف الجواب ص ۵)

اب انگریز اور آلِ دیوبند کے متعلق چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے: "سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے جب انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ۴/ ۱۷۹، از قلم سید محمد میاں دیوبندی۔

انگریز کے باغی مسلمان ص ۲۹۳، از قلم جانباز مرزا)

اس وقت دیوبندی ''علماء'' خانقاہوں اور مدارس میں روپوش تھے، کسی نے بھی جہاد کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ وہ اس کے برعکس انگریزوں کی فوج میں خضر علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے!؟ ''

۱) دیوبندیوں کے مولوی فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے ایک دن کہا:

''لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریز کی صف میں پا رہا ہوں''

(حاشیہ سوانح قاسمی ۲/۱۰۳، حاشیہ علمائے ہند کا شاندار ماضی ۴/۲۸۰)

اور گنج مراد آبادی کے بارے میں اشرف علی تھانوی نے کہا: ''بہت بڑے عالم''

(ملفوظات تھانوی ۲۴/۲۵۴)

۲) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اپنے ''امام ربانی'' رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلحضرت حاجی صاحب، نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہو گیا...'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۴۔۷۵)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے شاملی میں جنگ لڑی جس میں حافظ ضامن صاحب باغیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

میرٹھی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹)

انگریز سرکار مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہی تھی اور دیوبندی اکابر اسے مہربان سرکار قرار دے کر خیر خواہ ثابت ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ!

۳) ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں عاشق الٰہی دیوبندی نے لکھا ہے:

'' جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر

باغیونکی سرکوبی شروع کی تو..." (تذکرۃ الرشید ج۱ص ۷٦)

انگریزوں کی حکومت (اور انگریز سرکار) کو رحمدل کہنے والے کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے، سب سے زیادہ ڈر انگریز حکومت کو تھا۔!

۴) اشرفعلی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریز کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ تھانوی صاحب نے جواب دیا:

"محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہونچایا ہے..." (ملفوظات حکیم الامت ج٦ص ۵۵، ملفوظ: ۱۰۷، دوسرا نسخہ ج٦ص ۱۰۲)

۵) محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بیٹے محمد احمد کے بارے میں دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ

"۴۴۔ا۔ محمد احمد حافظ شمس العلماء

پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسل اور وفادار ہے۔" (تحریک شیخ الہند ص۴۴۹)

کیا خیال ہے؟ جس شخص کے بارے میں انگریز حکومت خود اقرار کرے کہ "وفادار ہے" تو وہ کتنا بڑا وفادار ہوگا؟!

٦) محمد احسن نانوتوی کے بارے میں محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

"۲۲/مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نومحلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے"

(کتاب: "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۵۰)

ایوب صاحب مزید لکھتے ہیں: "اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا" (محمد احسن نانوتوی ص ۵۱)

۷) پی سی بگاٹ نامی ایک انگریز لکھتا ہے:

''مجھ کو آج مدرسۂ عربیہ دیو بند کے معائنہ سے غیر معمولی مسرت ہوئی...میں نہایت خوشی سے اپنا نام چندہ دہندگان میں شامل کرتا ہوں۔ پی سی پگاٹ، جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور ۶/اپریل ۱۸۹۷ء'' (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۳۴۹)

کیا خیال ہے؟ پگاٹ صاحب کتنا چندہ دے کر گئے تھے اور کس وجہ سے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے؟

۸) ایک انگریز پامر نامی نے کیا کہا تھا؟ اس کا جواب پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی سے سنئے، ایوب قادری صاحب نے لکھا ہے: ''اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱/جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں:

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے...'' (محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷، نیز دیکھئے کتاب: فخر العلماء ص ۶۰)

۹) عبید اللہ سندھی دیوبندی نے اپنے ایک خط میں مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھا:

''مالکانِ مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں'' (دیکھئے تحریک شیخ الہند ص ۲۵۸)

۱۰) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی جو تذکرۃ الرشید اور تذکرۃ الخلیل وغیرہ کتابوں کے مصنف ہیں، نیز ''قافلۂ حق'' جلد ۲ شمارہ ۲ ص ۶۴، اور امجد سعید دیوبندی کی کتاب ''سیف حنفی'' ص ۱۴۱ میں انکی روایت پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اسی میرٹھی صاحب کے بارے میں عبدالقدوس قارن دیوبندی اور قارن کے والد سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے بڑی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ''برطانیہ کے وفادار اور خیر خواہ تھے'' (ایضاح سنت ص ۱۱۱، اظہار العیب ص ۱۰۳)

۱۱) دیوبندیوں کے اکابر میں سے ایک مملوک علی صاحب تھے، جن کے بارے میں

لطیف اللہ (دیوبندی) نے لکھا ہے: ''اول یہ کہ مولانا موصوف دہلی کالج میں انگریزی حکومت کے بمشاہرہ سوروپے ماہانہ پر ملازم تھے۔'' (انفاس امدادیہ ص ۱۰۸، حاشیہ نمبر ۱)

مملوک علی ''دہلی کے عربک کالج میں سرکاری مدرس تھے'' (سوانح قاسمی ۱/۲۲۲)

محمد انوار الحسن شیر کوٹی دیوبندی لکھتے ہیں: ''دہلی کالج کے تمام انگریز، پرنسپل ان کی قدر کرتے اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔''

(سیرت یعقوب و مملوک ص ۳۴)

کیا خیال ہے ۱۸۲۵ء میں ایک روپے کا کتنا سونا ملتا تھا اور انگریز گورنر جنرل نے کس خوشی میں مملوک علی صاحب کو انعام دیا تھا؟

۱۲) حفظ الرحمٰن دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا۔'' (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی طرف سے کتنا روپیہ ملتا تھا اور کیوں ملتا تھا؟

حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے ''علامہ عثمانی'' دیوبندی صاحب نے فرمایا: ''دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اون کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے...'' (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

ممکن ہے کہ پہلے علم نہ ہو لیکن بعد میں انھیں علم ہوگیا تھا کیونکہ تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں: ''تحریکات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۶ ملفوظ نمبر ۱۰۸، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۳)

اپنے مخالفین کی طرف سے پیش کئے گئے اس طرح کے حوالہ جات سے پریشان ہو کر دبی زبان میں اعتراف شکست کرتے ہوئے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''بعض علماء

سے انگریز کی حمایت میں کچھ الفاظ موجود ہیں مگر وہ توریہ کے طور پر ہیں" (ایضاح سنت ص ۱۱۴)

۱۳) قاری محمد طیب دیوبندی نے مدرسۂ دیوبند کے بنیادی "حضرات" کے بارے میں لکھا ہے: "پھر جس میں اکثریت ایسے حضرات کی تھی جو تارک الدنیا اور مسجد نشین بزرگ تھے، جنہیں سیاسیات سے تو بجائے خود، عام شہری معاملات سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور یا ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔" الخ (حاشیہ سوانح قاسمی ۲/ ۲۴۶۔۲۴۷)

۱۴) اشرف علی تھانوی کے "چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم کو (جو بریلی مینوسپلٹی کے سکریٹری کے معزز عہدہ پر بمشاہرہ پانچ سو روپیہ ملازم تھے) تعلیم انگریزی کیلئے منتخب فرمالیا..." (دیکھئے اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۱ باب دوم شرف نسب)

تھانوی کا بھائی انگریزوں کی انٹیلی جنس (یعنی سی آئی ڈی) کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔

دیکھئے شو ٹائم کراچی (اپریل ۱۹۸۸ء ص ۱۳۱)

شورش کاشمیری نے لکھا ہے: "حقیقت یہ ہے کہ برطانوی عملداری میں سی۔ آئی۔ ڈی کے ہندوستانی اہل کار قوم فروشی اور ملک دشمنی کی شرمناک تصویروں کا البم تھے!"

(پس دیوارِ زنداں ص ۲۱۶)

اب آلِ دیوبند سے کوئی پوچھے کہ جب تمھارے اپنے گھر کی کیفیت یہ ہے تو پھر دوسروں کو طعنہ کیوں دیتے ہو؟!

۱۵) دیوبندی "مفتی" محمد سعید خان نے کہا: "دار العلوم دیوبند کی جو پہلی تعمیر ہوئی ہے اس کے لیے ضروری اراضی بانی دار العلوم کو انگریزی حکومت نے عطا کی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی تاسیس میں انگریزی حکومت کے کارندے بھی شریک تھے۔"

(ماہنامہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر: ۱۴ص ۲۰)

تنبیہ: محمد سعید خان کے حوالے کے بارے میں زاہد حسین رشیدی کی تردید کی یہاں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

ابو عمیر الحارث بن عمیر البصری المکی رحمہ اللہ

ثقہ امام حمزہ بن الحارث بن عمیر البصری رحمہ اللہ کے والد ابو عمیر حارث بن عمیر البصری ثم المکی رحمہ اللہ کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

نام و نسب: ابو عمیر (وابو حمزہ) حارث بن عمیر البصری نزیل مکہ رحمہ اللہ

اساتذہ: حمید الطّویل (تابعی)، ایوب السختیانی، عبیداللہ بن عمر اور یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تلامذہ: ابراہیم بن محمد بن عباس الشافعی المطلبی، ابو اسامہ حماد بن اسامہ، حمزہ بن الحارث بن عمیر، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبدالملک بن قریب الاصمعی اور یعلی بن عبید الطنافسی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تنبیہ: محمد بن زنبور المکی رحمہ اللہ (موثق عند الجمہور و صدوق حسن الحدیث) کی حارث بن عمیر سے روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ آگے کلمات جرح کے تحت آئے گا۔ ان شاء اللہ

توثیق و تعریف:

۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "**الحارث بن عمیر من أصحاب أیوب ثقة ثقة، کان إسماعیل حدثنا عنه و ابن عیینة یحدّث عنه**" ایوب (سختیانی) کے شاگردوں میں سے حارث بن عمیر ثقہ ثقہ ہیں، ہمیں اسماعیل (ابن علیہ) ان سے حدیث بیان کرتے تھے اور (سفیان) بن عیینہ ان سے حدیث بیان کرتے تھے۔

(سوالات ابی داود: ۲۳۳ تحقیق زیاد محمد منصور)

نیز دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ (۲/ ۱۹۶، وسندہ صحیح)

۲) امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ کے شاگرد امام حماد بن زید رحمہ اللہ "**کان ... یقدّم الحارث بن عمیر و یثني علیه**" حارث بن عمیر کو مقدم قرار دیتے اور ان کی ثنا

(تعریف) بیان کرتے تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۳/۸۳ وسندہ صحیح)

☆ بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ امام ابوداود نے بغیر کسی سند کے امام حماد بن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے: " نظر حماد بن زید إلى الحارث بن عمير فقال: هذا من ثقات أصحاب أيوب " حماد بن زید نے حارث بن عمیر کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ ایوب (سختیانی) کے ثقہ شاگردوں میں سے ہیں۔ (سنن ابی داود: ۳۶۰۴)

یہ قول غیر ثابت ہونے کی وجہ سے میری شرط پر نہیں۔ واللہ اعلم

۳) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ثقة" (کتاب الجرح والتعدیل ۳/۸۳ وسندہ صحیح)

اور فرمایا: "ثقة بصري و كان بمكة" (سوالات ابن الجنید: ۶۸۹)

اور فرمایا: "والحارث بن عمير ثقة" (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۴۲۹۷)

۴) امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: "وهو ثقة رجل صالح"

(کتاب الجرح والتعدیل ۳/۸۳)

۵) امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "ثقة" (کتاب الجرح والتعدیل ۳/۸۳)

۶) امام دارقطنی نے فرمایا: "بصري سكن مكة، هو ثقة" (سوالات البرقانی: ۱۰۵)

۷) امام عجلی نے فرمایا: "الحارث بن عمير ثقة" (الثقات/ التاریخ للعجلی: ۲۳۴)

۸) امام بخاری نے صحیح بخاری میں اُن سے تعلیقاً روایت لی۔ (ح ۱۸۰۲)

حافظ ابن حجر نے فرمایا: "وهو من رجال البخاري" (فتح الباری ۸/۲۰۹ تحت ح ۴۸۵۵)

عینی حنفی نے کہا: " واستشهد به البخاري" بخاری نے ان سے استشہاداً روایت لی۔

(شرح سنن ابی داود للعینی ۵/۴۷)

محمد بن طاہر المقدسی نے حماد بن سلمہ کے بارے میں فرمایا: " بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة.." بلکہ (بخاری نے) کئی مقامات پر ان سے بطورِ استشہاد روایت بیان کی تاکہ واضح ہو کہ وہ ثقہ ہیں۔ الخ (شروط الائمۃ الستۃ ص ۲)

۹) امام احمد بن حنبل نے فرمایا: " إذا روى عبد الرحمن عن رجل فروايته

حـــجة." جب عبدالرحمٰن (بن مہدی) کسی راوی سے روایت بیان کریں تو اس راوی کی روایت (ابن مہدی کے نزدیک) حجت ہے۔

(الکفایہ للخطیب ۱/ ۲۹۸ ح ۲۴۶ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۹۲)

امام ابوداود نے امام احمد سے پوچھا کہ اگر یحییٰ (بن سعید القطان) اور عبدالرحمٰن بن مہدی کسی مجہول راوی سے روایت بیان کریں تو کیا اس کی روایت حجت ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: اس کی روایت حجت ہوگی۔ (سوالات ابی داود: ۱۳۷، طبعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ النبویہ)

نیز دیکھئے تدریب الراوی (۱/ ۳۱۷) اور اعلاء السنن (۱۹/ ۲۱۶)

حارث بن عمیر سے عبدالرحمٰن بن مہدی کی روایت کے لئے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۵۷ ح ۶۲۵)

۱۰) ثقہ امام ابراہیم بن محمد بن عباس الشافعی المطلبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حارث بن عمیر کے جنازے میں (امام) فضیل بن عیاض (رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا:

"هل سمعتم أحدًا إلا وهو يقول : نعم الرجل يعني الحارث بن عمير."

کیا تم نے کسی ایک کو بھی سنا ہے مگر وہ یہی کہہ رہا ہے: حارث بن عمیر بہت اچھے آدمی ہیں۔

(سوالات ابن الجنید: ۶۸۹ وسندہ صحیح)

یعنی ان کی وفات پر سب لوگ ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ رحمہ اللہ

۱۱) امام ترمذی نے حارث بن عمیر کی بیان کردہ ایک حدیث کے بعد فرمایا:

"هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه ..." (سنن ترمذی: ۳۷۰۷)

اور یہ ضمنی توثیق ہے۔

۱۲) ابوعوانہ الاسفرائینی نے صحیح ابی عوانہ میں حارث بن عمیر سے روایت لی۔

(ج ۲ ص ۴۹۶ ح ۳۹۷۵، ۴/ ۳۳۹ ح ۲۴۴۷ شاملہ، مطبوعہ نسخہ ج ۵ ص ۵)

۱۳) ابونعیم الاصبہانی نے اُن سے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں روایت بیان کی۔

(۴/ ۱۲۳ ح ۳۳۹۴)

۱۴) ضیاء المقدسی نے المختارہ میں ان سے حدیث بیان کی۔ (۱۰/۶۴-۶۵ ح ۵۸)

۱۵) بوصیری (متاخر) نے حارث بن عمیر کی ایک حدیث کے بارے میں کہا:

"هذا إسناده صحيح" (مصباح الزجاجہ: ۱۰۰۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۹)

۱۶) حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

"وثقه الجمهور و في أحاديثه مناكير ، ضعفه بسببها الأزدي و ابن حبان وغيرهما فلعلّه تغيّر حفظه في الآخر" انھیں جمہور نے ثقہ کہا، اور ان کی حدیثوں میں منکر روایتیں ہیں جن کے سبب سے انھیں ازدی اور ابن حبان وغیرہما نے ضعیف قرار دیا، پس ہوسکتا ہے کہ آخر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو۔ (تقریب التہذیب: ۱۰۴۱)

اس ارشاد میں "وثقه الجمهور" کے مقابلے میں چاروں جرحیں مردود ہیں:

۱: منکر روایتوں کی وجہ حارث بن عمیر نہیں بلکہ اُن کے شاگرد محمد بن زبور المکی ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

۲: ازدی بذاتِ خود ضعیف ہے اور اس سے جرح کے ثبوت میں بھی نظر ہے۔

۳: ابن حبان کی جرح جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے یہاں نا قابلِ حجت ہے۔

۴: تغیر کا الزام بے دلیل ہے۔

حافظ صاحب نے دوسری جگہ لکھا ہے: "وثقه الجمهور و شذ الأزدي فضعفه و تبعه الحاكم و بالغ ابن حبان فقال :إن أحاديثه موضوعة..."

انھیں جمہور نے ثقہ قرار دیا اور ازدی نے شذوذ کرتے ہوئے انھیں ضعیف کہا اور حاکم نے اس کی اتباع کی، ابن حبان نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا: اس کی حدیثیں موضوع ہیں... الخ

(ہدی الساری ص ۴۵۶)

۱۷) امام سلیمان بن حرب نے حارث بن عمیر کے بارے میں امام حماد بن زید رحمہ اللہ کی تعریف نقل کی اور اس کا کوئی رد نہیں کیا، جو کہ یہاں جمہور کی توثیق کے موافق ہونے کی وجہ سے ان کی رضامندی کی دلیل ہے۔

دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (۳/ ۸۳، یہی مضمون فقرہ: ۲)

۱۸) امام یعقوب بن سفیان الفارسی نے حارث بن عمیر کے بارے میں امام احمد بن حنبل کی توثیق نقل کی اور کوئی رد نہیں کیا۔ (دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۱۹۶)

بلکہ الجامع فی الجرح والتعدیل والوں نے اس توثیق کو یعقوب بن سفیان سے براہِ راست نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم (دیکھئے ج ۱ ص ۱۴۳ ت ۷۴۹)

☆ معاصر ڈاکٹر بشار عواد معروف العراقی نے ابن خلفون سے حارث بن عمیر کی توثیق نقل کی ہے اور اُن سے پہلے مغلطائی حنفی نے حارث بن عمیر کے بارے میں عجلی اور دارقطنی کی توثیق / ابوسعید النقاش، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

" ولما ذكره ابن خلفون في جملة الثقات ذكر أن أبا الفتح الأزدي قال: هو ضعيف منكر الحديث" (اکمال تہذیب الکمال ۳/ ۳۱۲ ت ۱۱۰۱)

چونکہ یہ توثیق باسند صحیح ثابت نہیں، لہٰذا میں نے اس پر کوئی نمبر نہیں لگایا۔

۱۹) امام ابوداود نے حارث بن عمیر کی بیان کردہ ایک منقطع روایت (ح ۱۱۹۳) لکھی تو عبدالحق اشبیلی نے الاحکام الوسطیٰ میں اس سے استدلال کیا اور حارث بن عمیر پر کوئی جرح نہیں کی۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۸۸)

بلکہ الاحکام الکبریٰ میں لکھا ہوا ہے:

"الحارث بن عمير هذا رجل صالح ثقة مشهور " (ج ۲ ص ۴۳۵)

۲۰) حافظ عبدالعظیم المنذری نے حارث بن عمیر کی ایک روایت بطورِ جزم "وعنه" ذکر کر کے سکوت کیا۔

دیکھئے الترغیب والترہیب (۲/ ۲۰ ح ۱۲۸۷، تصدقوا فإن الصدقۃ فکاککم من النار)

یہ ان کے نزدیک تحسین یا تصحیح ہوتی ہے۔ (دیکھئے مقدمۃ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۶)

اس طرح کے دوسرے اقوال بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں، لیکن یہاں انھی پر کفایت ہے۔

دوسرا رُخ: جرح اور اس کا جواب:

اب حارث بن عمیر المکی البصری رحمہ اللہ پر بعض علماء کی ثابت یا غیر ثابت جرح مع رد پیشِ خدمت ہے:

۱: حافظ ابن حبان نے فرمایا: "كان ممن يروي عن الأثبات الأشياء الموضوعات" (المجروحین ۱/۲۲۳، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۶۶ ت ۲۰۲)

۲: حاکم نیشاپوری نے کہا: "روى عن حميد الطويل و جعفر بن محمد الصادق أحاديث موضوعة. والله أعلم" (المدخل الی الصحیح ص ۱۲۷ ت ۳۳)

۳: ابن الجوزی نے انھیں کتاب الضعفاء والمجروحین میں ذکر کیا اور ابن حبان کی جرح نقل کی۔ (ج ۱ ص ۱۸۳ ت ۷۲۲)

۴: حسین بن ابراہیم الجورقانی الہمدانی (م ۵۴۳ ھ) نے حارث بن عمیر کی طرف منسوب ایک روایت کو "هذا حديث باطل" کہا اور بغیر کسی سند کے امام ابن خزیمہ سے نقل کیا: "والحارث بن عمير كذاب" (الاباطیل والمناکیر ۲/ ۲۷۹ ح ۶۸۲)

۵: حافظ ذہبی رحمہ اللہ

☆ امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح یہ ہرگز ثابت نہیں کہ انھوں نے حارث بن عمیر کو کذاب کہا تھا، لہٰذا تمام متاخرین کے حوالے بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

☆ محمد بن حسین الازدی کی جرح باسند صحیح ثابت نہیں اور ازدی بذاتِ خود بھی ضعیف و مجروح تھا۔

☆ ابوسعید النقاش کی جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ چار پانچ یا کچھ زیادہ علماء نے حارث بن عمیر پر جرح کی ہے، جبکہ بیس (۲۰) یا اس سے زیادہ محدثین کرام نے ان کی توثیق و تعریف کی ہے، لہٰذا

جمہور محدثین کے مقابلے میں بعض کی جرح مردود ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ فلاں امام نے فلاں راوی کو کذاب یا ضعیف وغیرہ کہا ہے، بلکہ اصل مسئلہ صرف یہ ہے کہ جمہور محدثین کس طرف ہیں؟!

جب جمہور محدثین سے ایک قول (مثلاً توثیق یا تضعیف) ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلے میں ہر شخص یا بعض اشخاص کی بات مردود ہے اور جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

حافظ ابن حبان نے حارث بن عمیر کی طرف منسوب ایک روایت پر شدید جرح کی ہے: '' **آية الكرسي و شهد الله و فاتحة الكتاب معلقات بالعرش** '' إلخ

آیۃ الکرسی، شہد اللہ (سورۃ آل عمران: ۱۸) اور سورۂ فاتحہ عرش سے لٹکی ہوئی ہیں۔

(المجروحین ۱/ ۲۲۶)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: یہ سند منقطع ہے۔ (دیکھئے تنزیہ الشریعہ لابن عراق ۱/ ۲۸۸)

جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہ میں اگر جد سے مراد امام جعفر الصادق کے دادا (علی بن حسین رحمہ اللہ) ہیں تو یہ سند منقطع ہے اور اگر جد سے مراد محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ کے دادا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہیں تو بھی یہ سند منقطع ہے۔

۲: حارث بن عمیر سے یہ روایت صرف محمد بن زنبور (جعفر/ ابی الازھر) نے بیان کی ہے اور وہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں لیکن حارث سے ان کی روایت میں کلام ہے۔ دیکھئے التنکیل للیمانی (۱/ ۲۲۳)

یہ روایت واقعی ضعیف و مردود ہے لیکن حارث بن عمیر اس روایت سے بری ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: حارث بن عمیر المکی البصری رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہونے کی وجہ سے ثقہ و صحیح الحدیث راوی ہیں اور ان پر حافظ ابن حبان وغیرہ کی جرح اصلاً مردود ہے۔ رحمہ اللہ (۷/ شوال ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۶/ اگست ۲۰۱۲ء)

محمد زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند اور صحیح بخاری

۱) سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں'' (احسن الکلام ۱/۱۸۷، دوسرا نسخہ ۱/۲۳۴)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ''اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اور لیکن امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ صرف وہی حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں انھوں نے اپنے اساتذہ سے بحث و مناظرہ کیا ہوتا ہے اور جس کے بیان کرنے اور تصحیح پر ان سب کا اجماع ہو چکا ہے'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۴)'' (احسن الکلام ۱/۲۰۶، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۶)

سرفراز صفدر نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''تمام امت کا اتفاق ہے کہ بخاری کی تمام حدیثیں صحیح ہیں'' (تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۰۷)

۲) دیوبندی تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' محمد زکریا صاحب نے فرمایا ہے:

''ساری روایاتِ بخاری صحیح ہیں اگر کسی نے کلام کیا ہے تو غلط کیا ہے'' (تقریر بخاری ص ۳۵۶)

۳) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''صحیح بخاری و مسلم میں تمام احادیث صحیح ہیں۔'' (ارشاد القاری ص ۳۶)

رشید احمد لدھیانوی نے مزید لکھا ہے: ''حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری'' (احسن الفتاویٰ ۱/۳۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیات صفدر ۶/۱۸۹)

۴) آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی نے فرمایا ہے: ''جہاں تک صحیحین اور موطأ کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ انکی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں،''

(درس ترمذی ۱/۶۳)

۵) آلِ دیوبند کے ''حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب نے فرمایا ہے: ''بالآخر امت کا اجماع ہوگیا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ہے۔'' (خطباتِ حکیم الاسلام ۶/ ۶۷)

نیز مزید فرمایا: ''صحیح بخاری درحقیقت کتاب الرسول ہے۔'' (خطباتِ حکیم الاسلام ۵/ ۲۴۳)

۶) رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا: ''بخاری اَصح الکتب ہے۔'' (تالیفاتِ رشیدیہ ص ۳۴۷)

دوسری جگہ لکھا ہے: ''ہم نے بخاری اصح الکتب پر اعتماد کیا ہے۔'' (تالیفاتِ رشیدیہ ۳۴۳)

۷) محمد اسماعیل سنبھلی دیوبندی نے لکھا ہے: ''دنیا جانتی ہے کہ صحیح بخاری ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ کتب حدیث میں اصح الکتب مانی گئی ہے اور اس پر دنیا کا اتفاق ہے''

(تقلیدِ آئمہ اور مقامِ ابی حنیفہ ص ۱۴۲، ترجمان احناف ص ۲۸۴)

۸) ابوبکر غازیپوری جو آلِ دیوبند کے ''رئیس المحققین، فخر المحدثین، مفکر اسلام'' ہیں، نے لکھا ہے: ''امت کا اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ کوئی دوسری کتاب نہیں، علماء سلف وخلف نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطاء کیا، درس وتدریس، شرح وتعلیق، استدلال واستخراج، افادہ واستفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دلچسپی کا محور بنی ہوئی ہے، کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی ہے کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے، اور بلاشبہ یہ کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے اس کی عظمت شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا یا منکرینِ حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔'' (آئینہ غیر مقلدیت ص ۲۰۶)

تنبیہ: غیر مقلدین سے مراد اگر اہلِ حدیث ہیں تو غازیپوری کی بات غلط ہے۔ دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۶۱ ص ۱۶)

غازیپوری نے مزید لکھا ہے: ''امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا یہی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں حدیثوں میں سے منتخب مجموعہ تیار کردیا ہے جس کو امت میں تلقی وقبول عام حاصل ہوا اور احادیث کی موجودہ کتابوں میں سے امت نے اس کو سب سے صحیح کتاب قرار دیا۔'' (ارمغانِ حق ۲/ ۲۹۱)

۹) آلِ دیوبند کے نزدیک انتہائی معتبر بزرگ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے لکھا ہے:
''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں، کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲ ترجمہ عبدالحق حقانی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا محمد ادریس ظفر حفظہ اللہ کی کتاب ''صحیح بخاری اور امام بخاری احناف کی نظر میں''

۱۰) محمد عمر قریشی حیاتی دیوبندی نے اپنی تائید میں لکھا ہے: ''...علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اتفق علماء الشرق و الغرب علی انه لیس بعد کتاب اللّٰه تعالٰی اصح من صحیحی البخاری و مسلم ... والجمهور علی ترجیح البخاری علی مسلم عمدۃ القاری جلد[۱] صفحہ[۲۴]
مشرق و مغرب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے قرآن کے بعد صحیح بخاری و مسلم سے بڑھ کر صحیح کتاب کوئی نہیں جمہور علماء امت نے صحیح بخاری کو مسلم پر ترجیح دی ہے۔''

(عادلانہ جواب ص ۹۴)

قریشی نے مزید لکھا ہے: ''حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔
اما الصحیحان فقد اتفق المحدثو ن علی ان جمیع ما فیها من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتر ان الی مصنفیهما وانه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین. حجۃ اللہ البالغہ[۱۳۴]
صحیح بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل روایات قطعی طور پر صحیح ہیں اور دونوں کتب کی سند ان کے مصنفین تک متواتر ہے۔ نیز جو ان کی توہین کرے گا وہ بدعتی ہے اور غیر مسلموں کی راہ اختیار کرنے والا ہے۔'' (عادلانہ جواب ص ۹۵)

نوٹ: اس کتاب پر بیس پچیس علمائے دیوبند کی تقاریظ بھی ہیں۔

مولانا سید عبدالشکور اثری رحمہ اللہ

نام ونسب: عبدالشکور بن محمد زبیر شاہ

فاضل درس نظامی، سابق خطیب جامع مسجد باغ والی سانگلہ ہل (شیخوپورہ)

ولادت: اکتوبر ۱۹۳۵ء بمطابق ۱۳۵۴ھ بمقام موضع جگ ملیرہ ضلع حصار (بھارت)

اساتذہ: مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، حافظ محمد گوندلوی اور عبداللہ بڈھیمالوی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم القرآن اوڈانوالہ، مدرسہ محمدیہ جلال پور پیر والا ضلع ملتان اور جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں حاصل کی۔

(دیکھئے تذکرہ علماءِ حدیث ج ۳ ص ۶۱ تصنیف پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد)

تدریس: آپ نے پانچ سال دارالحدیث محمدیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، دو سال جامعہ سلفیہ فیصل آباد، کئی سال ستیانہ بنگلہ اور چار سال جامعہ امام بخاری (مقام حیات سرگودھا) میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

آپ سرگودھا میں صحیح بخاری پڑھاتے تھے۔

علمی خدمات: آپ نے المکتبۃ الاثریہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا اور اسی (۸۰) سے زیادہ کتبِ حدیث اور دیگر کتابیں شائع کیں۔

تلامذہ: ابوصہیب محمد داود ارشد، عمران دانش، عمران اعظم، اعظم فردوسی، قاری عمران اور بہت سے تلامذہ۔ حفظہم اللہ

وفات: ۳۰/ اگست ۲۰۱۲ء بمطابق ۱۱/ شوال ۱۴۳۳ھ

آپ کی نماز جنازہ سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ نے ستیانہ بنگلہ میں پڑھائی اور آپ کو چک چھتی (۳۶) میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

Monthly ZARB-E-HAQ Sargodha

اغراض ومقاصد

- ☆ قرآن وحدیث، اجماعِ امت اور فہمِ سلف صالحین کی ترویج واشاعت
- ☆ صحیح احادیث کا پرچار اور ضعیف سے قطعی اجتناب
- ☆ عقیدۂ توحید (توحید الوہیت، توحیدِ ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات) کا محدثین کے منہج کے مطابق احیاء وترویج
- ☆ باطل اور گمراہ فرقوں کا مدلل ومبرہن رد
- ☆ صحابہ کرام اور محدثین وائمہ دین کے ساتھ محبت کی رغبت
- ☆ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد کی طرح مثالی اور اسلامی معاشرہ کا قیام

جیسا کہ امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ (م ۱۵۷ھ) نے فرمایا:

''علیك بآثار من سلف و إن رفضك النّاس ، و إیّاك و رأی الرّجال و إن زخرفوه بالقول ، فإن الأمر ینجلی و أنت علی طریق مستقیم .''

تو سلف (محدثین) کے آثار کو لازم پکڑ، اگرچہ تجھے لوگ چھوڑ دیں، تو (بدعتی) لوگوں کی آراء سے بچ، اگرچہ وہ ان کو باتوں کے ساتھ مزین کریں، کیونکہ بلاشبہ معاملہ صاف ہے اور تو صراطِ مستقیم پر ہے۔

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ٦، الشریعة للآجری: ١٢٧، وسنده صحیح)

قارئین کرام! ماہنامہ ''ضربِ حق'' آپ کا اپنا مجلّہ ہے۔ اس کی سلسلہ وار اور بخوبی اشاعت کے لیے دامے، درمے، سخنے، قدمے، قلمے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

انٹرنیٹ پر ضربِ حق پڑھنے کے لئے

ویب سائٹ www.jamiabukhari.com

ای میل jamia.imam.bukhari@gmail.com